مُسلمان حکومتوں کی موجودہ بد حالی

(ایک امریکن سیاح کے قلم سے)

از

(مولانا محمد ظفیر الدین صاحب پورہ نوڈیہاوی دار العلوم معینیہ سابق)

(۲)

مصری عورتیں مصری عورتوں کے متعلق لکھتا ہے "مشرق وسطیٰ کے تمام اسلامی ملکوں میں تعلیم یافتہ عورت خیال و عمل کے لحاظ سے اتنی ترقی یافتہ نہیں ہے، جتنی مصری عورت ہے" یہاں کی عورتیں جدید تمدن پر جان دیتی ہیں یورپ کی نقل اتارنے پر فخر کرتی ہیں۔ یہاں کی لڑکیاں سینما کی دلدادہ ہیں۔ ہفتہ میں کم از کم دو بار سینما دیکھنے جاتی ہیں، پارٹیوں اور رقص و سرود کی محفلوں میں بیباک ہوکر شریک ہوتی ہیں۔ انھیں فلم اسٹاروں کے نام یاد ہیں۔ اور حیا و شرم ان سے رخصت ہوچکی ہے، سیاح اپنا واقعہ بیان کرتا ہے۔

"ایک مسلم گھر پر ایک پارٹی میں ایک لڑکی کو میں نے خود یہ کہتے سنا، کہ وہ کیری گرانٹ کو دوست بنا سکتی ہے، ہربرٹ مارشل کو شوہر، اور کلارک گیبل کو یہ بھی اور وہ بھی، جب میں نے اسے ٹوکا کہ اس کے گھر والے اسے کیوں کر پسند کریں گے تو بولی کہ "میرے باپ کا تو انتقال ہوچکا ہے اور ماں سمجھتی ہے کہ میں پوری طرح گمراہ ہوچکی ہوں۔ دادی البتہ یہ عقیدہ باندھے بیٹھی ہے کہ ایک دن مجھے ضرور ہدایت ملے گی، اور میں بے دینی کی راہ چھوڑ دوں گی، حالانکہ میں نے ان سے کہہ دیا ہے کہ میں ان کی طرح نہیں، بلکہ نئی قسم کی عورت بننا چاہتی ہوں" (یہ ہے اسلامی روایات کی پابند عورتیں جدید تعلیم سے آراستہ ہورہی ہیں، پھر سیاح اسماء مہدی نامی عورت کے خیالات نقل کرتا ہے،

مصر کے تعلیم یافتہ نوجوان طلبہ۔ زمیندار۔ تجارت پیشہ اور سرکاری افسروں کی اولاد ہیں، ان میں آزادی اور ترقی کا بڑا جذبہ ہے، ان میں شدید قسم کی وطن پرستی ہے۔

"اخوت اسلامی" کے متعلق سیاح کا بیان ہے "۱۹۲۸ء سے قایم ہے، ایک لاکھ ممبر ہیں، جس میں سے دس ہزار مجاہدوں کی فوج ہے، مذہبی قدامت پرستی اس کا نصب العین ہے ..... عرب ملکوں کا اتحاد چاہتی ہے، اور مصر کی سیادت"

مصری کسان | مصر میں کسانوں کی حالت بُری قابل رحم ہے، یہ عموماً بھینس پالتے ہیں ان کا دودھ بھی کھاتے ہیں اور ان کو ہل میں بھی جوتتے ہیں عموماً کسان جس گھر میں رہتے ہیں، اسی میں بھینس باندھتے اور رکھتے ہیں مصر میں کسانوں کے بتیس لاکھ کنبے ہیں اور بھینسوں کی گنتی صرف پندرہ لاکھ ہے، بعض کسان جو بھینس نہیں رکھ سکتے، بکری پال لیتے ہیں اور جو اور بھی مفلس ہیں وہ بغیر دودھ ہی کے زندگی گذارتے ہیں، گائے کا رواج نہیں ہے، ــــ مصر میں اس طرح مویشی کی کمی ہے ڈنمارک میں جہاں دودھ کی سپلائی اٹھائیس ہے، وہاں مصر میں صرف ایک، جن کو دودھ میسر نہیں ہوتا وہ اپنے بچوں کو سیاہ چائے پلاتے ہیں اور اس چائے کے مصری بہت عادی ہیں، اپنا کپڑا گرو رکھ کر بھی چائے ملے تو پیتے ہیں

افلاس کا عالم | مصر کی آبادی پونے دو کروڑ ہے اور یہاں صرف پچیس لاکھ ایکڑ زمین میں کاشت ہوتی ہے۔ یہ زمین نیل کے صدقہ میں بہت زرخیز اور شاداب ہے، روئی مصر کا سونا ہے، گو یہ قابل کاشت زمین کے صرف پانچویں حصہ میں ہوتی ہے روئی کی برآمد اسی فیصدی ہے، پھر بھی کسان بھوکا ننگا ہے اور ساتھ ہی بیمار بھی، مصر کے گاؤں نہایت مفلس اور گھٹیا درجے کے ہیں، کچے مکان ہیں، مکان نہایت بدبودار ہوتے ہیں، مکھیاں بہت زیادہ ہیں یہاں کے دیہاتی پینے کا پانی نالابوں سے حاصل کرتے ہیں، جن میں بچے اور مویشی نہاتے ہیں، دیہاتی لوگ جوتا پہننے والے کو دولت مند سمجھتے ہیں مرد اور بچوں کو کپڑے بہت کم نصیب ہیں عورتوں کا لباس البتہ غنیمت ہے عورتیں پردہ تو نہیں کرتیں لیکن بڑی باعصمت اور پاکدامن ہیں، مصر میں جتنے لوگ بیمار ہیں کہیں اور نہیں، آنکھوں کی بیماری عام ہے یہاں اندھوں کا اوسط تمام دنیا سے زیادہ ہے بلیریا اور گھونگے سے پیدا ہونے والی بیماری بہت زیادہ ہے، اسی فیصدی کسان اس بیماری اور دادکے مریض ہیں، مصری کسان اتنے افلاس و جہالت میں مبتلا ہیں کہ وہ سستی سے سستی دوائیں بھی نہیں خرید سکتے ان کے بچوں کی آنکھیں عام طور پر خراب ہیں ہمیشہ مکھیاں چھیڑتی رہتی ہیں۔

مصر میں تعدد ازدواج برائے نام ہے مگر شک کی بنا پر عموماً طلاق کی نوبت آتی رہتی ہے، مصری لوگ کمزور ہیں، ان کو اچھی غذائیں میسر نہیں کسی طرح زندگی گذار لیتے ہیں۔

زرعی اصلاحات سے حکومت کی بے پرواہی | مصر کا علاقہ تین لاکھ چھیاسی ہزار میل مربع ہے، مگر قابلِ کاشت زمین صرف ساڑھے تین فیصدی ہے باقی سب صحرا ہے، مصر کی آبادی بہت زیادہ ہے، حساب سے آدھے مصری کسان ننگے اور فاقہ زدہ ہیں۔ قانونِ آراضی کی اصلاح ہو تو مصری کسانوں کی آمدنی بڑھ سکتی ہے۔ سیاح کہتا ہے۔

"اعداد و شمار سے ثابت ہے کہ مصر کے ساڑھے سترہ لاکھ کسانوں کے پاس صرف ساڑھے سات لاکھ ایکڑ اور بارہ ہزار دو سو زمینداروں کے قبضے میں اس سے ساڑھے تین گنی آراضی ہے یہ بھیانک حقیقت مصر کی سماجی اور اقتصادی زندگی کے مطلع کو مکدر بنائے ہوئے ہے، سرزمین مصر جس طرح زمیندار کے لئے جنت ہے جس میں وہ عیش و مسرت کی زندگی بسر کر رہا ہے، اسی طرح وہاں کے کسان کے لئے دوزخ ہے جہاں افلاس و بیماری کے سوا کچھ نہیں۔"

اصلاحات کی ضرورت | سیاح کہتا ہے کہ میرے ایک دوست نے جو قبطی ڈاکٹر ہے بتایا کہ ملیریا سے ایک لاکھ جانیں تلف ہوتی ہیں۔" اسی نے یہ بھی کہا" پاشا زمیندار قسم کے لوگوں نے مصر کی ترقی روک رکھی ہے، اس کے پاس دولت ہے اور جس طرح آپ نے دیکھا عیش و عشرت میں پڑے ہیں"۔ اس قبطی ڈاکٹر کے سے خیالات و احساسات دوسرے مسلمانوں کے بھی ہیں۔ سیاح نے یہاں زرعی اصلاحات پر بڑی تفصیل سے بحث کی ہے اور بتایا ہے کہ ترقی کی راہیں بہت سی ہیں نئی نئی پیداوار کی طرف دھیان دینے کی ضرورت ہے، بیس لاکھ ایکڑ زمین کو قابل کاشت بنایا جا سکتا ہے اور یہ حصہ ان کو دیا جائے جن کے پاس زمین نہیں ہے اسی طرح یہ قانون ہو کہ کسی کے پاس سو ایکڑ زمین سے زیادہ نہ ہو جس کے پاس ہو اس پر ٹیکس کافی رکھ دیا جائے کہ وہ خود انکار کر دے اور زمین دینے پر مجبور ہو جائے، کسان چونکہ زمین کا مالک نہیں ہے اس لئے وہ جیسی محنت چاہئے نہیں کرتا، ملکیت حاصل ہونے کے بعد ضروری طور پر اس کی محنت میں اضافہ ہوگا اور آمدنی بڑھے گی۔

احمد حسین | احمد حسین جو سماجی اصلاح کمیٹی کا انچارج ہے اس کی تعریف کی ہے اور بتایا ہے وہ بڑا مستعد اور محنتی ہے اس نے بتایا کام کی ابتدا کر دی گئی ہے اسکولوں میں پانچ لاکھ بچوں کو دن کا کھانا مفت دیا جاتا ہے، گھریلو دستکاریاں بھی پھیلائی جا رہی ہیں۔ اصلاحات کے قانون کا مسودہ تیار ہو چکا ہے اور وزارت نے منظور بھی کر لیا ہے، کام ہو رہا ہے، سیاح کا بیان ہے کہ آخیر میں ڈاکٹر حسین نے کہا "زمیندار یا تو سوا ایکڑ زمین کی آمدنی پر قناعت کریں گے، یا پھر چند روز اور عیش منالیں اور اس کے بعد اپنا سر قلم کرائیں۔"

بغداد کے حالات | بغداد، عراق کا مرکز ہے، یہ وہ شہر ہے جہاں مسلمانوں کی حکومت کے جاہ و جلال تاریخ میں محفوظ ہیں، عباسی حکومت کا مرکز یہی شہر تھا، ہارون رشید جو معروف و مقبول خلیفہ گذرا ہے، یہیں حکومت کرتا تھا، اس وقت یہاں کی کاشت دنیا میں ممتاز تھی۔ پرانے زمانہ کا عراق واقعی "نہروں سے چمکتا اور غلّے کے انباروں سے معمور رہتا تھا" جب کہ آج کے مقابلہ میں تین گنی پیداوار زیادہ تھی، ہارون رشید کے زمانہ میں بغداد کی آبادی بیس لاکھ تھی، سر مارکس سائکس بغداد کا حال لکھتا ہے۔

خلافت عباسی کے وقت میں | "شہنشاہی دربار شائستہ، شاندار اور بے حد متمول تھا، چاروں طرف شہر آباد تھا، اور بیچ میں قلعہ تھا، جہاں سے نظم و نسق کے احکام جاری ہوتے رہتے تھے، ہر چیز کا محکمہ جدا تھا، اور دفتروں کی باقاعدگی اس وقت کی دنیا میں بے مثال تھی، شہر بغداد سب سے بڑی تجارتی منڈی تھا، تعلیم گاہوں کا شمار مشکل تھا جہاں دنیا بھر کے طلبہ۔ شاعر، فلسفی اور علماء آتے اور کسب علم کرتے تھے، دار الخلافہ کی طرح صوبائی مستقروں میں بھی عالیشان سرکاری عمارتیں تھیں، پوری مملکت میں ڈاک کا انتظام مکمل تھا فوج وفادار، بہادر اور قاعدہ کی پابند تھی۔ گورنر اور وزراء متدین اور بردبار ہوتے تھے، عباسی مملکت صقلیہ سے عدن تک اور مصر سے وسط ایشیا تک پھیلی ہوئی تھی اس وسیع مملکت میں نظم و نسق یکساں طور پر مضبوط تھا سرکاری عہدوں پر عیسائی یہودی مسلم۔ اور بے دین سبھی فائز ہوتے تھے اس حکومت کے زمانہ میں جھوٹے پیغمبر، باغی جرنیل، اور غاصب عمّال یکسر مفقود ہو گئے تھے، تجارت کی وسعت اور دولت کی فراوانی نے قحط اور بغاوت کو دیس سے نکال دیا تھا وباؤں اور امراض کی روک تھام کے لئے سرکاری اسپتال اور شاہی معالج تھے۔"

اسلامی تعلیمات کا اثر | سیاح اس حوالہ کو نقل کرنے کے بعد رقمطراز ہے

"عباسی خلافت کے دور میں علم وفن اور فلسفہ و مذہب اگرچہ پھلا پھولا، تو وہ مسلمانوں کی حکمرانی کے اندر، باقی دنیا میں ان چیزوں کا وجود نہ تھا ـــــ ایچ، جی، ویلس لکھتا ہے سائنسی طریقوں کو اپنانے اور استعمال کرنے میں یونان کو اگر باپ کا درجہ حاصل تھا تو عربوں کو منہ بولا باپ کہنا چاہئے، جدید زمانہ کو علم کی روشنی، لاطینی کے ذریعہ سے نہیں، عربوں کے توسل سے ملی ہے" ـــ سیاح کہتا ہے

"صدیوں کے خوابیدہ عرب دماغ کو اسلامی تعلیمات سے مہمیز ملی، اور عرب بیدار اور متجسس ہو کر دنیا میں سب سے زیادہ تخلیقی دماغ ثابت ہوا، عرب ماہرین ریاضی نے ہم کو صفر اور الجبرا دیا، علم مثلث میں قابل قدر اضافے کئے، علم ہیئت کو نہایت بلند کر دیا، اور زبردست طبیب اور سرجن پیدا کئے، صدیاں گذر جانے کے بعد ان کا علم خواص الادویہ آج بھی ناقص نہیں کہا جا سکتا، عربوں نے چینیوں سے کاغذ بنانا سیکھ کر علم و ادب کی زبردست خدمت کی، اور یورپ کے لوگوں کو کاغذ بنانا سکھا کر موجودہ ترقی کی بنا ڈالی، جس وقت یورپ کے لوگ جہالت کی تاریکی اور بدنظمی کے گڑھے میں پڑے تھے، عرب لوگ اس وقت ساری دنیا کی ذہنی رہنمائی کا منصب ادا کر رہے تھے اور چار سو برس تک کرتے رہے" ـــــــ اس کے بعد امریکن سیاح ایک عراقی ماہر تعلیم کا قول نقل کرتا ہے کہ اس نے کہا،

"یورپ کا نشاۃ الثانیہ مسلمان عربوں نے شروع کیا، افلاطون، ارسطو اور اقلیدس ہم نے یورپ کو دیئے ہیں، ہم نے ان کو ریاضی، طب، ہیئت، اور دوسرے علم مکمل کر کے دیے۔ اور یورپ کو ایک متمدن براعظم بنا دیا۔

عہد نبوی کی سی حرکت کی ضرورت | سیاح موصوف اس قول کو نقل کر کے کہتا ہے کہ عراقی نے یہی بات کہی جس کا یورپ کے مورخوں کو اعتراف ہے، مگر اس کے بیان میں بڑا زور تھا" بلاشبہ یورپ عرب کلچر کا مرہون منت ہے" ــــــ اسلامی ملکوں کی سیاحت میں میں نے یہ بار بار سنا، پھر سیاح لکھتا ہے

"ہو سکتا ہے یہ لوگ عرب شہنشاہی کے کارناموں کو دُہرا کر پرانی عظمت و شان کو دوبارہ حاصل کرنے کے خواب دیکھ رہے ہوں عراقیوں کو ایسے خوابوں کی صحیح اور حسب مراد تعبیر نکلنے کی مخالفت نہ تو علم الہیات کرتا ہے اور نہ تاریخی دلائل سے ہوتی ہے، لیکن ضرورت اس بات کی ہوگی، کہ عرب دنیا عہد نبوی کی طرح ایک بار پھر حرکت

میں آجائے، اور اسی طرح مستحکم بھی ہو جائے، عرب قوم نے جس اعلیٰ ذہنی صلاحیتوں اور قوتوں کا ثبوت اس زمانے میں دیا، وہ صلاحیتیں اور قوتیں عرب دماغ میں آج بھی ہونی چاہئیں، آج عرب دنیا سوئی ہوئی ہے اسے کسی محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ضرورت ہے، جو اسے نیا الہام دے کر حرکت میں لے آئے۔"

عراق کا جذبۂ عمل | سیاح اس کے بعد اختصار سے عراق کی سیاسی حالت پر روشنی ڈال کر کہتا ہے کہ عراق میں جدو جہد کا جذبہ سب سے زیادہ ہے وہ چاہتا ہے کہ ترقی کی شاہراہ پر جلد آجائے، چنانچہ "ان کا ایک پاؤں پرانی دنیا میں ہے اور دوسرا نئی دنیا میں۔" اور اسی کا نتیجہ ہے پچھلے چھبیس برس میں عراق کی حکومت باون مرتبہ تبدیل ہوئی ہے۔

عراق میں پہلے زمینداری نظام نہ تھا، اگر ترک کے پنجوں سے آزادی کے وقت زمین کی ملکیت حکومت کو دے دی جاتی، تو یہ موجودہ صورت حال پیدا نہ ہوتی، مگر غلطی یہ ہوئی کہ قبیلے کے شیخ کا حق تسلیم کر لیا گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ زمینداری کا پھیلاؤ بڑھ گیا، اور اس کا ناگزیر نتیجہ یہ نکلا کہ کسان فاقہ کشی میں مبتلا ہو گئے —

— پھر سیاح کہتا ہے

"صدیوں کے جمود و تعطل کے باوجود احیائے ثانی کا مینار روشن مستقبل عراق کا ہے، کسی اسلامی ملک کا نہیں، شرط یہ ہے کہ عراقی اس کام کے لئے دل و جان سے مستعد ہو جاتے ..... عراق کے پاس دو نیل ہیں وجلہ فرات، عراق میں ..... نہ بارش کی کمی ہے نہ آبادی کا اتنا دباؤ ہے۔ عراق کی آبادی مصر کے مقابلہ میں ایک چوتھائی ہے، اور قابل کاشت زمین مصر سے چوگنی ہے، اس کے علاوہ عراق کے پاس تیل کے چشمے بھی ہیں ..... دن بھر کام کرنے کے بعد عراقی مزدور پژمردہ و مضمحل نہیں ہو جاتا ..... اس میں اگر سستی ہے تو ناکافی تغذیہ کا نتیجہ ہے۔"

عراق میں غلہ اور کھجور | عراق کی پیداوار کے متعلق بیان کرتا ہے، کہ اہم پیداوار غلہ ہے، "غلے کے علاوہ اس کے پاس کافی کھجوریں جو دنیا بھر میں مشہور ہیں، عراق میں کھجوروں کی گنتی تین کروڑ ہے ۱۹۴۸ء میں ایک لاکھ چھیاسی ہزار ٹن کھجور برآمد ہوئی تھی۔"

یہاں کی ترقی کے متعلق رقمطراز ہے "ترکی حکمرانی کے مقابلے میں عراقی حکومت نے زراعت میں بلا ترقی کی ہے، آب پاشی چوگنی ہو گئی ہے، کہیں کہیں کاشت میں مشینوں کا استعمال بھی ہونے لگا ہے .....

افسوس ہے زرعی قانون میں اصلاحات کا اس نے زریں موقع کھو دیا، اور زمیندار بالا دست ہیں، عراق میں کاشت بٹائی پر ہوتی ہے، اکثر حالتوں میں کسان کو تیس فیصدی ورنہ چالیس فی صدی غلہ ملتا ہے، اس میں سے اسے بہتری ٹیکس وغیرہ بھی دینا پڑتا ہے۔

عراق کی زبوں حالی | عراق کے کسانوں کی زبوں حالی پر لکھتا ہے

"عراقی کسان کا افلاس جلی حروف میں لکھا ہے، اوسط اموات مصر کی طرح یہاں بھی زیادہ ہے، ۱۹۳۶ء میں ۲۷ فی ہزار تھی، بچوں کی موت کا اوسط بھی ڈراونا ہے ۱۹۴۶ء میں ۲۲۷ فی ہزار تھا، ہر سال سات آٹھ لاکھ انسان ملیریا کا شکار ہوتے ہیں عراق میں بھی وہی بیماریاں عام ہیں جو مصر میں ہیں، بغداد میں اندھوں کی گنتی ساڑھے سات ہزار ہے، اور اوسط زندگی چھبیس سال ہے ... پینتالیس لاکھ کی مردم شماری میں چھتیس لاکھ فلاحین (کسان) کی تعداد ہے، زمین سے نہ فلاح کو محبت ہے، نہ زمیندار کو زمیندار چاہے تو فلاح کو ایک جگہ سے ہٹا کر دوسری زمین پر بھیج دیتا ہے، اور فلاح بھی بہتر آراضی پاتا ہے تو پرانی کو چھوڑ دیتا ہے۔

سیاح یہاں پہنچ کر کہتا ہے

"عراق سے بہتر چراگاہیں دنیا میں کہیں نہیں ہیں مگر مویشی کا اوسط عراق میں بہت کم ہے، قوت پیداوار کے لحاظ سے عراق سب سے زیادہ دولت مند ملک ہو سکتا ہے، مگر سب سے زیادہ مفلس ہے ... عراق کا زمیندار سب جگہ کے زمینداروں سے زیادہ نا جواں مردی ہے" ——— سیاح نیچے کی سطر لکھ کر عراق کی بحث ختم کر دیتا ہے

"عراقی لوگ عرب بھی ہیں اور مسلم بھی، مگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے یہ الفاظ بھلا چکے ہیں کہ "میں نے تمہیں زمین دے کر برکت دی ہے، کھاؤ اور پیو اور ضائع مت کرو"۔

ایران، مصر اور عراق کے متعلق امریکن سیاح کا آپ نے تاثر معلوم کر لیا، نگار سائز کے ۷۵ صفحات میں یہ اردو ترجمہ شائع ہوا، جس کا یہ اختصار اور خلاصہ میں نے آپ کی خدمت میں پیش کیا، عراق کی بحث ختم کر کے مصنف نے فلسطین اور اسرائیلی حکومت کے حالات قلم بند کئے ہیں اور ۷۶ صفحہ سے لے کر صفحہ ۱۰۴ تک مسلسل اسرائیلی حکومت کا ذکر ہے۔

یہودی شہر تل عفیف | سیاح کا بیان ہے کہ اسلامی ملکوں کا چھ ماہ سفر کرنے کے بعد فلسطین آیا، یہاں کے ہوائی اڈے سے کار پر بیٹھا اور "تل عفیف" پہنچا۔

اس تل عفیف شہر کو زندگی کے ہنگاموں سے معمور پایا، مصر وغیرہ کی طرح فقیروں اور گداگروں کی بھیڑ نہ تھی، اونٹ اور گدھوں کے قافلے بھی مفقود تھے، بلکہ بازار میں بڑی چہل پہل اور موٹروں اور ٹرک کی قطاریں ہیں، مشین نے یہاں انسانوں کی محنت کو کم کر دیا ہے شہر میں نل کا پانی رواں ہے، اسلامی ملکوں کی طرح پانی ابال کر پینے کی زحمت نہ اٹھانی پڑی تل عفیف کو آباد کرا کے یہودی نے فطرت کے ساتھ محبت کا ثبوت دیا ہے۔

یہودی ملک کی ترقی | پوری دنیا میں یہی ایک شہر ہے جسے یہودیوں نے آباد کیا ہے اور ان کی ہی حکمرانی ہے یہاں کی سرکاری زبان عبرانی ہے، خوف و ہراس کا نام و نشان تک نہیں، اس شہر کی بنیاد ۱۹۰۸ء میں ساٹھ یہودیوں نے ڈالی، پھر یہ تین سو کی تعداد میں پہنچے ۱۹۱۸ء میں یہ تعداد اٹھارہ سو ہو گئی، ۱۹۲۶ء میں بارہ ہزار ۳۶ء میں ایک لاکھ بیس ہزار اور آج دو لاکھ کی تعداد ہے۔

علم و عمل کا مرکز | سیاح کا بیان ہے یہاں سوائے بوڑھی عورتوں کے کوئی بے پڑھا لکھا نہیں ہے "۴۸ء میں جب بجٹ ایک کروڑ ڈالر تھا اس میں سے تیس لاکھ ڈالر تعلیم پر خرچ کئے، بچوں کی تعلیم و تربیت پر بڑی توجہ ہے، نشر و اشاعت اعلیٰ پیمانہ پر ہے دو لاکھ کی آبادی میں بارہ روزانہ اخبار نکلتے ہیں، کتب فروشوں کی دکانیں بہ کثرت ہیں، صرف دوسرے ملکوں سے پانچ لاکھ ڈالر کی کتابیں درآمد کی جاتی ہیں، اس طرح تین لاکھ ڈالر سالانہ کے اخبار، رسالے دوسرے ملکوں سے آتے ہیں، شہر میں پانچ بڑی لائبریریاں ہیں" یہاں شہر میں اظہار خیال کی کامل آزادی ہے، ہر پندرھویں دن ایک ادبی اجتماع ہوتا ہے، یہاں کے لوگ خوش پوشاک ہیں، غریب کا پتہ نہیں چلتا، اتنا متحرک شہر ہے کہ دو لاکھ کی آبادی پانچ لاکھ معلوم ہوتی ہے، کوئی شخص نکما اور بے کار نہیں، پورے مشرق وسطیٰ میں یہی تل عفیف ایک شہر ہے جہاں چودہ سال سے کم عمر بچوں سے کام لینا جرم ہے یہ اب ہیرا تراشی کا مرکز بن گیا ہے ۴۶ء میں اس کی ہیرے کی برآمد سوا دو کروڑ ڈالر کے قریب تھی، سیاح ایک جرمن کا قول نقل کرتا ہے اور کہتا ہے ان میں سمجھنے

کے لئے بہت کچھ ہے، جرمن یہودی نے دوران گفتگو میں کہا

"ہم نے اگر ریگستان پر فتح پاکر اسے باغوں سے ڈھک دیا ہے تو ایک دن ہم عربوں سے معاملہ کرنے میں بھی کامیاب ہوجائیں گے۔"

ایک یہودی گاؤں | اس کے بعد سیاح عوات برنیر گاؤں کی بڑی تعریف کرتا ہے اور کہتا ہے یہاں امداد باہمی کے طور پر کاشت ہوتی ہے، جو معجزہ معلوم ہوتی ہے اور اس طرح اور بھی بہت سے گاؤں ہیں مگر یہ سب میں ممتاز ہے، یہاں کی آبادی بارہ سو پچاس ہے، چھ سو پچاس بچے ہیں اور چھ سو مرد و عورت، اکثر اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں

اشتراک عمل اور اس کا نتیجہ | غوات ۱۹۲۶ء میں آباد کیا گیا، آج کل چھ سو کاشتکار یہاں نو سو ایکڑ زمین کاشت کرتے ہیں ان کے مکانات بہت پاکیزہ ہیں ان کے کھیت بھی ایسے نظر آتے، کہ کہیں بھی جنگلی گھاس کا پتہ نہیں، پینتالیس ایکڑ زمین پر صرف باغ ہی باغ ہے جن میں سیب، نارنگی، انگور، لیمو اور دوسرے عمدہ پھل لگے ہیں بعض چیزوں کی چار چار فصلیں اتارتے ہیں۔

"پورے رقبہ میں ڈھائی سو ایکڑ زمین نہری ہے باقی بارانی پر غلہ بویا جاتا ہے، بہتر ایکڑ زمین پر چارہ کی غرض سے مکئی اور سورج مکھی کی کاشت کی جاتی ہے جس کی بیج سے کھانے کا تیل بھی نکل آتا ہے، مزید بیس ایکڑ ترکاری کے لئے وقف ہے، اور تین فصلیں اترتی ہیں..... ساتھ ہی پھولوں کی بھی کاشت ہوتی ہے..... باغات کے علاوہ ایک بڑا رقبہ تاکستان کا ہے..... ڈیڑھ سو سے اوپر مویشی تھے..... دودھ کا سالانہ اوسط فی گائے ننانوے ہزار پونڈ تھا، دودھ بھی مشین سے دوہا جاتا ہے..... ایک برف خانہ بھی کھول رکھا ہے..... ایک ورکشاپ بھی قائم کرلیا ہے جو صرف مرمت اور پرزے ہی بنانے کا کام نہیں کرتی بلکہ پوری مشین بنالیتی ہے..... لوہے کی ڈھلائی کا کارخانہ بھی چل رہا ہے، ایک فیکٹری فرنیچر اور دوسرے لکڑی کے کام کے لئے جاری ہے، اور ایک حشرات الارض مارنے والی دوائیں طیار کرتی ہے، مشین ہی سے کپڑے دھلتے، روئی بکتی، کپڑے سلتے اور جوتوں کی مرمت ہوتی ہے، عمارتیں بنانے والا ادارہ الگ قائم ہے، پہاڑی کی چوٹی پر..... ایک تفریح گاہ بھی ہے جہاں ایک سو منٹ آدمی ٹھہر سکتے ہیں، پھلوں کو محفوظ کرنے کی ایک اور فیکٹری چل رہی ہے..... مزدوروں کا بیکار وقت گھریلو دستکاریوں میں صرف ہوتا ہے۔"

ایک یہودی گاؤں کی آمدنی اور اس کا طریقہ | سیاح کہتا ہے کہ میں نے گاؤں کے سکریٹری سے پوچھا گذشتہ سال پورے گاؤں کی کیا آمدنی تھی تو اس نے جواب دیا۔

"۱۹۴۶ء میں ہماری کل آمدنی چار لاکھ پونڈ تھی، اس میں ایک لاکھ کاشت کا منافع تھا اور تین لاکھ گھر ملو انڈسٹری کا"

سیاح حساب کر کے بتاتا ہے کہ ہر کام کرنے والے آدمی نے دو ہزار چھ سو امریکن ڈالر کمائے، سیاح کا بیان ہے کہ میں نے سوال کیا ہر آدمی کو نقد کیا ملتا ہے، اس نے کہا، کچھ نہیں، یا برائے نام۔ سیاح رقمطراز ہے

میں نے پوچھا "فرض کرو وہ کوئی کتاب خریدنا چاہتا ہے؟"

اس نے جواب دیا "کتاب کے لئے لائبریرین کو اطلاع دے دے گا کتاب آجائے گی"

میں نے پوچھا "اچھا اگر کوئی نوجوان چاہتا ہے کہ اپنی کسی دوست لڑکی کو تفریح کرانے لے جائے؟

جواب ملا کہ "اس صورت میں وہ خزانچی کے پاس جائے گا اور اسے مناسب رقم مل جائے گی؟

اس کے بعد سیاح نے بتایا ہے کہ ہر میاں بیوی کے لئے ایک عمدہ آرام دہ کمرہ ملا ہوا ہے، باقی کھانا تو اس کے لئے انتظام یہ ہے کہ سارے گاؤں کا کھانا ایک جگہ پکتا ہے اور ایک ہی جگہ کھایا جاتا ہے، بچوں کے لئے الگ انتظام ہے، جو بچوں کا گاؤں کہا جاتا ہے، تمام بچے اسی گاؤں میں رہتے ہیں البتہ شام کو والدین سے مل سکتے ہیں، چھٹی کے دنوں میں بھی والدین کے ساتھ رہ سکتے ہیں ـــــ طریقہ یہ ہے کہ بچہ پیدا ہونے کے بعد چھ ہفتہ اس کی ماں زچہ اسپتال میں رہتی ہے، چھ مہینہ اس کی ماں سے آدھے دن کام لیا جاتا ہے اور چھ ماہ بعد بچہ "بچوں کے گاؤں" میں پہنچا دیا جاتا ہے وہاں اس کے لئے سارا انتظام ہے، غواط میں بچوں کا اوسط اموات تمام دنیا سے کم ہے یعنی چھبیس ۲۶ فی ہزار۔ یہاں طبی انتظام خود اپنا ہے،

غواط میں اٹھارہ سال کی عمر تک تعلیم لازمی ہے، چودہ برس کے بعد ان سے تعلیم کے ساتھ ساتھ کچھ فیکٹری اور کھیت کا بھی کام لیا جاتا ہے

اس انتظام پر اظہار اطمینان | غواط کے اس جدید نظام کے متعلق اس کے سکریٹری کا بیان ہے

"یہ نظام ہماری زندگی کی ساری سہولتیں فراہم کر دیتا ہے، ہمارا مستقبل محفوظ اور یقینی ہے، رہنے کو مکان ہے، کھانے کو ہر چیز ہے پہننے کو کپڑے ہیں، اور جوتا، بچوں کی تربیت تعلیم اور معالجہ کی سب فکر نہیں، اور بے روزگاری

کا اندیشہ نہیں، اور چونکہ ہمارے کاندھوں سے سارا بوجھ اتار لیا ہے، ہمارے پاس کلچری مشاغل کے لئے بھی وقت رہتا ہے۔"

اشتراکِ عمل کی برکت | اس عواط میں ایک لائبریری ہے، جس میں بیس ہزار کتابیں ہیں، عمارت جو لائبریری کے لئے ہے دسیع ہے صرف مطالعہ کے لئے چھ کمرے ہیں جن میں اخبارات و رسائل رکھے رہتے ہیں، ایک ہال ہے جس میں چھ سو آدمی بیٹھ سکتے ہیں، اس میں ایک اسٹیج بھی بنا ہوا ہے گویا یہ گاؤں دیہات کا دیہات ہے اور شہر کا شہر، عواط کے ایک بوڑھے کا بیان سنئے،

"میں اگر دو چار ایکڑ زمین بھی طور پر کاشت کرتا تو مجھے ڈراما دیکھنے یا آرکیسٹرا سننے تل عفیف جانا پڑتا مگر چونکہ میں مشترک سماج اور زراعت کا ممبر ہوں، ڈراما کمپنی اور آرکیسٹرا میرے یہاں چلے آتے ہیں۔"

سیاح کہتا ہے کہ "عواط سے تل عفیف پلٹتے ہوئے میں سوچتا رہا کہ مصر و ایران اس اسکیم پر عمل کرکے کس قدر نفع اٹھا سکتے ہیں، ان ملکوں کا کسان اشتراکی محنت پسند نہ کرے گا مگر اسے اس کی کتنی شدید ضرورت ہے، مویشی کی نسل سدھارنے کی ضرورت ہے، اچھے بیجوں کے انتظام کی ضرورت ہے، کھیتی اور انسانوں کی بیماری سے جنگ کرنے کی ضرورت ہے، تعلیم پھیلانے کی ضرورت ہے گھریلو دستکاریوں کے نفع کا پورا احساس کرنے کی ضرورت ہے۔" ——— اس کے بعد سیاح نے ایک باب اور باندھا ہے اور اس میں یہودی مملکت کی تعریف کی ہے، بتایا ہے کہ ان لوگوں نے کس طرح دلدل کو خشک کرکے ملیریا کا خاتمہ کر دیا، اور کاشت کے لائق زمین بھی پیدا کر لی ۱۹۳۰ء میں بائیس فی صدی ملیریا آبادی کو متاثر کرتا تھا۔ مگر ۱۹۴۶ء میں دو فیصدی اثر رہ گیا، نارنگی کی کاشت میں یہودی نے ترقی کی، پانی کا انتظام کیا، شہد کے چھتے پال کر ساڑھے بارہ لاکھ پونڈ شہد پیدا کیا، مچھلی کے شکار کا انتظام کیا، پھر ایک اور باب میں تل عفیف کی ٹریڈ یونین کا شاندار تذکرہ کیا ہے اور اس کے کارنامے کو بتلایا ہے اور اس کی تفصیل بیان کی ہے، کوئی شبہ نہیں ان کا یہ کارنامہ پڑھ کر زبان پر کلماتِ تحسین آ جاتے ہیں۔

مشرقِ وسطی کی بدحالی | سولھواں باب اس سفرنامہ کا آخری باب ہے اس میں سیاح نے لکھا ہے کہ سیر و تفریح اور سیاحت سے واپس سوئٹزرلینڈ پہنچا۔ اور جنیوا میں اپنی یادداشت نکالی اور سیاحت کے زمانہ کی

خریدی ہوئی اور دوسری کتابیں سامنے رکھیں اور غور کرنے لگا وہ اس باب میں پہلے عیسائی مصنفین کی کتابوں کے اقتباسات نقل کرتا ہے، پھر اپنی یادداشت کی خاص باتیں سیاح ایک مصنف کی کتاب "مشرق وسطی کی آراضی اور افلاس" سے یہ اقتباس پیش کرتا ہے۔

"فاقوں سے واسطہ، اموات میں زیادتی، زمین کی بربادی، اقتصادی لوٹ کھسوٹ، یہ ہے مشرق وسطی کی دیہاتی زندگی کا خاکہ یورپ بھر میں اس شدید افلاس کی مثال کہ صاف پانی بھی میسر نہ آتا ہو، کبھی اور کہیں نہیں ملتی ایک انسان اس گندگی کا تصور بھی نہیں کر سکتا، جو ایک ہی مکان میں انسان اور مویشی کے ساتھ رہنے سے پیدا ہو سکتی ہے۔

تباہی اور توجہ کی ضرورت

پھر اس نے اسے صحیح تسلیم کیا ہے اور بتایا ہے کہ ذرا سی زندگی پیدا ہو جانے اور حکومت کی توجہ سے یہ دن بدلے جا سکتے ہیں۔ پھر یہ المناک منظر دیکھنے میں نہ آئے گا کہ بیس لاکھ بھیڑیں ہر سال مر جائیں، حشرات الارض کھیتی کا تقریباً تین کروڑ ڈالر نقصان کریں ملیریا انسانی زندگی پر حملہ آور ہو، اور مصر کی تین چوتھائی آبادی جو دیہات میں رہتی ہے آنکھوں کی بیماری اور خارش و داد کا شکار بنے،

آخر یہ کیا غضب ہے کہ شام کی تیس لاکھ آبادی میں دو تہائی کاشت کرے اور قابل کاشت زمین کے ساٹھ فی صدی حصہ پر ان زمینداروں کا قبضہ ہو جو جھانک کر بھی نہ دیکھیں کہ کاشت اور زمین کس حال میں ہے، شام میں ساڑھے بارہ لاکھ ایکڑ پر کاشت ہو سکتی ہے مگر ابھی کاشت میں صرف اس کا تیسرا حصہ ہے

عراق میں پینتالیس لاکھ انسان بستے ہیں، مگر زمین جو زیر کاشت ہے وہ صرف بیس فی صدی، گو برطانوی سائنسدانوں نے یہاں کاشت کو ترقی دی ہے مگر بٹائی پر جو کاشت ہو وہ کیا ترقی کر سکتی ہے

عرب کی صحت پر فاقہ کا اثر

۱۹۴۸ء کے فلسطینی معرکے میں عرب سپاہی بہترین اسلحہ کے باوجود نکمے ثابت ہوئے اور یہود کے مقابلے میں پسپا ہو گئے اس کے سوا اور کیا وجہ ہے کہ ان ملکوں میں صحت غایب ہے، اور یہ انسانوں کی بیشتر ادنی مسرت سے بھی محروم ہے، ان ملکوں کے کسان کاشتکار نہیں، کھیت مزدور ہیں جان برائٹ نے سو سال پہلے لکھا تھا۔

"قانون جب اپنا فرض ادا کرنے سے انکار کر دے حکومت جب عوام کے حقوق ادا کرنے میں قاصر رہے، زمیندار جب آراضی کے چھوٹے ٹکڑوں پر کاشتکاروں میں ضد اور مقابلہ پیدا کرا کے نفع اٹھائے، وہاں لوگ قانون سے سرگردانی

کرنے لگتے ہیں، تہذیب وتمدن کے اصول ترک ہو جاتے ہیں اور فطری بلکہ انتقامی قانون کام کرنے لگتا ہے ؎

زمانے کی رفتار سے چشم پوشی موت کے مرادف ہے	سیاح کہتا ہے کہ اسباب پر ہر جماعت اپنے نقطۂ نظر سے بحث کرتی ہے مگر مجھے اتفاق انھیں لوگوں سے ہے جو کہتے ہیں "اگر زمین کی گھٹتی ہوئی طاقت کا علاج نہیں کیا گیا، تو انسان

کے مقدر پر مہر لگی سمجھو ——— پھر سیاح ایک تمہید کے بعد اخیر میں لکھتا ہے۔

"باایں ہمہ سیاست داں اور مدبّر روسی حملے کے خلاف جدوجہد کر رہے ہیں، کمیونزم کے پھیلاؤ کو روکنے کی تدبیروں میں لگے ہیں۔ ایشیا و افریقہ پر دماغ سوزی کر رہے ہیں تیل اور ہوائی اڈوں کے جھگڑوں میں پھنسے ہوتے ہیں، فوجی ماہر جنگ کے نقشوں پر جھکے ہوتے ہیں، طبقات الارض کے ماہر اور انجنیر اور بینکر اپنے ملک کو چھوڑ کر دوسرے ملکوں میں تیل کے ذخیروں کا حساب لگا رہے ہیں، یہ سب کچھ ہو رہا ہے لیکن ایک غریب فلاح (کسان) ہے جسے کوئی نہیں پوچھتا، گویا اس کا کوئی وجود ہی نہیں، حالانکہ یہ اٹھارہویں، انیسویں صدی نہیں، بیسویں صدی ہے ہوابازی اور ایٹمی توانائی کی صدی ہے، ہوائی جہاز نہیں، پرواز خیال کی صدی ہے؟ بغاوت کے خیالات کے پرواز کی صدی ہے، وہ نہیں دیکھتے کہ دنیا کا کسان کسمسانے لگا ہے، حرکت میں آرہا ہے وہ کارل مارکس کی زبان تو نہیں سمجھتا۔ لیکن اس سے اراضی کی بات کی جائے، تو فوراً سمجھ لیتا ہے، اس کو اگر کوئی صحیح حل نہیں بتایا گیا تو غلط حل قبول کرلے گا وہ ہر اس آدمی کی بات مان لے گا، جو زمین دینے کا وعدہ کرے، کیونکہ زمین اس کی جان ہے اگر اس کی مدد کرنے کو طاقتیں کھڑی نہیں ہوتیں ...... تو کمیونزم کی فتح یقینی ہے، کل جو روس میں ہوا، آج جو چین میں ہو رہا ہے، وہی کل مشرق وسطیٰ اور دوسرے ملکوں میں ہوگا ...... دمشق، بیروت، بغداد، مکہ، طہران، قاہرہ اور ان کے ساتھ لندن و واشنگٹن بھی ایک پیغمبر کے انتظار میں ہے جو سماجی مقصد و اصلاح کا جھنڈا لیے ہوئے عیسیٰ علیہ السلام کی طرح کاشتکار کو صرف یہ کہہ کر ہوش میں لائے کہ

"جاگ! جاگ!! اور طاقت کا مظاہرہ کر!"